فائزہ بٹ
لیکچرار شعبۂ اردو
کنیئرڈ کالج یونی ورسٹی برائے خواتین ، لاہور

انحرافِ زبان : نوعیت اور اسباب

Languages change. No one knows exactly how or why language change. Change is inevitable because speakers of every language are exposed to new concepts and ideas that require accommodation for the change. The distinct varieties of each language, whether they be regional, ethnic, racial, age-based or class-based, are constantly effecting each other as their speakers live and work together. Linguistic change does not happen suddenly. Many factors contribute to linguistic change: simplification of grammar, elaboration to maintain intelligibility, borrowing and so on. Change sometimes happens for no apparent reason or explanation.

Stability in Language is synonymous with rigor mortis.[1]

اس حوالے سے قطعی طور پر کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ زبانیں کیوں اور کیسے بدلتی ہیں۔ بلا شبہ لسانی تغیرات اچانک نہیں بلکہ بہ تدریج رونما ہوتے ہیں۔ زبان اکتسابی روایت ہوتی ہے۔ اکتساب کے دوران اس میں تصرفات کے تھوڑے بہت امکانات بھی ہوتے ہیں[۲]۔ فرد میں نئے لفظ سیکھنے کا عمل یقیناً اچانک ہوتا ہے البتہ لفظ کے اطلاقی امکانات کو قبولیت دھیرے دھیرے ہی حاصل ہوتی ہے۔ ابتدا میں فرد متفرق سماجی صورتِ حال کے پیشِ نظر نئے لفظ اور اس سے زبان میں پیدا شدہ نئے قواعدی اصولوں کے استعمال میں مختار ہوتا ہے۔ یعنی کبھی وہ نئے لفظ کا استعمال کرتا ہے اور کبھی نہیں، مگر وقت کے ساتھ آہستہ آہستہ زبان میں یہ تبدیلی پورے لسانی گروہ کو متاثر کرتی ہے۔

ماہرین کے مطابق بچوں میں اکتسابِ زبان کے عمل کو در اصل زبان میں تبدیلی کے بنیادی محرک کی حیثیت حاصل ہے[۳]۔ ایک مخصوص لسانی گروہ میں پروردہ بچے کو زبان اور اس کی قواعد سکھائی نہیں جاتی بلکہ بچہ اپنے ماحول میں مستعمل زبان کا اکتساب فطری انداز سے خود بہ خود کرتا ہے۔ اس عمل کے دوران میں ہر بچہ اپنی گرامر آپ خود تشکیل دیتا ہے۔ یہ قواعد بالغ افراد کے قواعدِ زبان سے مختلف ہوتے ہیں۔ زبان کے مروجہ قواعدی نظام کے ماتحت ہونے تک بچے کی زبان بہ تدریج ارتقائی مراحل طے کرتی ہے۔ علاوہ ازیں لسانی اعتبار سے مخلوط ماحول میں اکتسابِ زبان کرنے کی وجہ سے بچے کی زبان مروجہ مخصوص زبان کے مترادف نہیں ہوتی۔ صوتی ، قواعدی اور لغوی سطح پر بچے کی زبان متعدد مگر لطیف انحرافات ظاہر کرتی ہے جو بعد ازاں نسل در نسل پروان چڑھتے ہیں اور انحرافِ زبان کا سبب بنتے ہیں۔

زبان میں تبدیلی کی نوعیت:

ہر زبان تغیر پذیر ہے۔لسانی تغیرات زبان کی تاریخ کا ناگزیر حصہ ہیں۔تبدیلی کا یہ طویل سلسلہ ارتقا کہلاتا ہے جو نہایت آہستہ روی اور غیر محسوس انداز سے انجام پاتا ہے۔

> Language moves down time in a current of its own making. It has a drift ..... Nothing is perfectly static. Every word, every grammatical element, every locution, every sound and accent is a slowly changing configuration, moulded by the invisible and impersonal .....[4]

مختلف اور متنوع تبدیلیوں زیرِ اثر زبان کی تشکیل دو طرح سے عمل میں آتی ہے:

(۱) زبان کی فطری تشکیل (۲) زبان کی ارادی تشکیل

(۱) زبان کی فطری تشکیل:

ایک ہی زبان میں فطری تغیرات کی ان گنت نوعیتیں ہوتی ہیں ۔ ان سب کی جامع گروہ بندی اور سائنسی توجیہ ممکن نہیں تاہم ماہرینِ لسانیات نے زبان کی مختلف سطحوں میں وقوع پذیر جن فطری تبدیلیوں کا ذکر کیا ہے اُن کا مختصر مطالعہ درج ذیل ہے:

(i) صوتی اور فونیمی تبدیلی (Phonetic And Phonemic Change):

زبان کے سائنسی مطالعے میں صوتی تغیرات کا جائزہ بنیادی حیثیت رکھتا ہے ۔ یہ تغیرات عموماً زیادہ باقاعدگی اور صراحت سے ملتے ہیں ۔ اسی سبب ماہرینِ لسانیات نے صرفی ،نحوی اور معنوی تبدیلیوں کے مقابلے میں صوتی تغیرات کی طرف خصوصی توجہ مبذول کی ہے۔ یہ عموماً کلموں میں ہوتے ہیں اِس لیے صرفی و معنوی ارتقا کو بھی کسی قدر انھی کا کرشمہ قرار دیا جاتا ہے۔ بہ نسبت معنوی تبدیلیوں کے ان کی تعیم سے قواعد وضوابط کا انضباط ممکن ہے۔اس ضمن میں 'گرمز لاء' (Grimm's Law) اور 'حنکی قانون' (Palatal Law) کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں،لیکن ان سب کاوشوں کے باوجود سچ تو یہ ہے کہ بہت سے صوتی تغیرات پر کسی ضابطے یا فارمولے کا اطلاق نہیں ہوتا۔

زبان میں صوتی تبدیلی دو طرح سے رونما ہوتی ہے ۔ ہم صوت یا ایلوفون(Allophone) کی تبدیلی کی صورت میں اور فونیم (Phoneme) کی تبدیلی کی صورت میں۔ پہلی تبدیلی کا تعلق صوتیات سے ہے جب کہ دوسری کا فونیمیات سے۔فونیمی تبدیلی عموماً باقاعدہ نہیں ہوتی۔ کچھ الفاظ میں ایک فونیم دوسرے فونیم سے بدلتا ہے اور کچھ میں نہیں، ''لیکن یہ تبدیلی تلفیظی صوتیات کی رعایت کو ملحوظ رکھتی ہے۔''[۵]

عموماً ایک آواز اُسی قریبی آواز سے بدلتی ہے جن میں باہم کچھ نہ کچھ خواص مشترک ہوں۔ بالکل غیر متعلق اور بعید آواز سے تبدیلی نہیں ہوتی۔تاریخی تبدیلی کے طور پر صوتی اور فونیمی تبدیلیاں آپس میں اس طرح مدغم ہیں کہ انھیں الگ کر کے نہیں دیکھا جاسکتا اور چوں کہ ان میں کوئی بنیادی فرق نہیں لہذا دونوں کا مطالعہ عموماً ایک ساتھ کیا جاتا ہے۔

زبان میں صوتی تغیر سے مراد ہرگز یہ نہیں کہ کسی کلمے میں کوئی بالکل نئی آواز پیدا ہو جاتی ہے بلکہ اس سے مراد یہ

ہے کہ کلمے کی کوئی ایک آواز یا متعدد آوازیں اُسی زبان کی مروجہ دوسری آوازوں سے بدل جاتی ہیں یا پھر کوئی آواز حذف ہو جاتی ہے۔''ہر صوتی کرشمہ زبان کے صوتی نظام کا پابند ہوتا ہے۔''[۲]

کسی زبان کے سرمایۂ کلمات یا اس کے معقول حصے میں باقاعدگی سے وقوع پذیر صوتی تبدیلی، 'نامیاتی یا تعمیری' کہلاتی ہے۔ اس کی مثال وہ کلمے ہیں جو پراکرتوں کی وساطت سے جدید ہند یورپی میں آئے اور جن کی اختتامیہ آواز 'ک' بدل کر 'ا' ہو جاتی ہے، جیسے املک سے 'آملا'۔ یا پھر وہ کلمے جن کے آخر میں الف کی آواز حذف ہو جاتی ہے، جیسے 'بھکشا' سے 'بھیک' وغیرہ۔ تبدیلیوں کی یہ قسمیں اکثر کلموں میں باقاعدگی سے ملتی ہیں، البتہ کچھ تبدیلیاں باقاعدہ نہیں ہوتیں۔ بعض اوقات ایک ہی ساخت کے کلموں میں مختلف قسم کی تبدیلیاں دیکھنے میں آتیں ہیں۔ اس نوع کی تبدیلیاں 'اتفاقی' کہلاتی ہیں۔ کلمے کی کسی آواز کی تبدیلی اگر آس پاس کی آوازوں کے زیرِ اثر ہو تو ایسی تبدیلی کو 'مشروط صوتی ادغام' کہا جاتا ہے۔ اس کے برعکس آواز کی تبدیلی کا دیگر قریبی آوازوں سے تعلق نہ ہو تو وہ 'غیر مشروط صوتی ادغام' کے زمرے میں شمار کی جاتی ہے۔ بعض صوتی تبدیلیاں مرحلہ وار ہوتی ہیں اور کچھ براہِ راست۔ اس قسم کی تمام تبدیلیاں ایک لحاظ سے 'میکانکی' کہلائی جا سکتی ہیں۔ اس لیے کہ بہ ظاہر یہ طبیعیاتی عناصر سے متاثر معلوم ہوتی ہیں۔ اگرچہ ان تبدیلیوں کی وقوع پذیری بولنے والوں کی وساطت ہی سے ہوتی ہے تاہم ان میں گویائی کی میکانیت کسی نہ کسی ضابطے کے تحت کارفرما ہوتی ہے۔ بعض تبدیلیاں گویائی کی میکانیت سے بے تعلق نہیں ہوتیں، البتہ قیاسِ تمثیلی کی بنیاد پر لسانی ہیئت اور معنی کے نفسیاتی تلازم کا نتیجہ ہوتی ہیں۔

صوتی تغیرات کی اس طرح کی گروہ بندی نظری بنیادوں ہی پر ممکن ہے کیوں کہ ہر زبان میں یہ تغیرات اتنے ملے جلے ہوتے ہیں کہ اُن سب کے درمیان حدِ فاصل کھینچنا دشوار ہے۔ البتہ ماہرین کی رائے میں ایک صوتی رجحان ایسا بھی ہے جسے کم و بیش آفاقی قرار دیا جا سکتا ہے اور وہ ہے کلموں کو سادہ اور مختصر کرنے کا رجحان۔ تاریخ السنہ کے مطالعے سے ثابت ہوتا ہے کہ قریباً سبھی زبانوں میں صوتی ہیئتیں وقت کے ساتھ ساتھ پیچیدگی سے سادگی کی طرف آئیں۔ سنسکرت، ژند، لاطینی اور یونانی کے قدیم، طویل اور ثقیل کلمے رفتہ رفتہ مختصر، سادہ اور سلیس ہوتے گئے۔ بعد ازاں ان سے ماخوذ زبانوں میں وہ کلمے مزید سادہ اور مختصر ہو گئے۔ صوتی تسہیل اور ایجاز و اختصار کا رجحان بلا شبہ لب و لہجے میں دور رس تبدیلی کا مؤجب بنتا ہے۔ اسی سبب آوازوں کے اجرا یا ادا کے طریقے میں معمولی سی تبدیلی ہو سکتی ہے یا مخارج، متصلہ مخارج سے بدل سکتے ہیں۔ لب و لہجے کی تبدیلی کی وجہ سے کلمے میں درج ذیل صوتی تغیرات دیکھنے میں آتے ہیں:

- ☆ دُہرے مصوتے اکہرے رہ جاتے ہیں یا اکہرے، دُہرے بن جاتے ہیں۔
- ☆ مصمتوں یا مصوتوں کا ادغام ہو جاتا ہے یا ان میں تقلیب ہو جاتی ہے۔
- ☆ چھوٹے مصوتے کھنچ کر طویل ہو جاتے ہیں۔
- ☆ ایک ہی کلمے میں ایک سے زیادہ آوازیں بدل جاتی ہیں۔
- ☆ آوازوں کے اضافے یا سقوط سے بھی کلمے متغیر ہو جاتے ہیں۔ یہ عمل کلمے میں کسی بھی حصے میں رونما ہو سکتا ہے۔
- ☆ کلمے کی آوازیں باہم بدل جاتی ہیں، مثلاً مطلب سے مطبل وغیرہ۔

(ii) قواعدی تبدیلی (Grammatical Change):

قواعدی تبدیلی کی ذیل میں زبان میں رونما ہونے والی صرفی ونحوی تبدیلیوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

☆ صرفی تبدیلی (*Morphemic* Change):

قواعدی اعتبار سے زبان میں صرفی تبدیلی کے خاص عمل تصریف اور اشتقاق ہیں۔ اس تبدیلی سے مراد دراصل تصریف اور استخراج کے قاعدوں کی تبدیلی ہے۔ زبان میں نئے مارفیموں کا ظہور اور بعض مارفیموں کا معدوم ہو جانا اس کے تحت نہیں آتا بلکہ اسے ذخیرۂ الفاظ کی تبدیلی یا معنوی تبدیلی گردانا جائے گا۔ ایک زبان میں دوسری زبان کے لفظوں کا داخل ہو جانا زبان میں اَن گنت مارفیمی تبدیلیوں کا مؤجب ہوتا ہے کیوں کہ نہ صرف مادے بلکہ تصریفی و استخراجی سابقے اور لاحقے بھی مستعار لے لیے جاتے ہیں۔

صرفی تبدیلی کا صوتی تبدیلی سے گہرا تعلق ہے کیوں کہ ایلو مارف (Allomorph) اتنے مختصر ہوتے ہیں کہ ان میں معمولی سا ردّو بدل صوتی تبدیلی کا باعث بنتا ہے۔ اسی طرح صوتی تبدیلیوں سے زبان میں طرح طرح کی صرفی تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں۔ اس حوالے سے کسی آواز یا آوازوں کا حذف خاص طور پر مارفیمیات پر اثر انداز ہوتا ہے، مثلاً 'خرید دار' بدل کر 'خریدار' ہو گیا۔ صوتی تبدیلی کئی ایلو مارف بنانے کی ذمے دار ہوتی ہے۔ البتہ صرفی تبدیلی کا تعلق صوتی سے زیادہ معنوی تبدیلی سے ہے کیوں کہ مارفیم معنوی اکائی ہے۔ صرفی تبدیلی براہِ راست معنوی تبدیلی کا باعث بن سکتی ہے۔

☆ نحوی تبدیلی (Syntactic Change):

نحو میں تبدیلی بہت شاذ ہے۔ نحو کی سطح پر زبان میں بڑی تبدیلی اسی صورت دیکھنے میں آتی ہے جب ایک مادر زبان بدلتے بدلتے دختر زبان کی ہیئت اختیار کر لے۔ نحو کے دو حصے کیے جا سکتے ہیں، فقرہ اور جملہ۔ فقروں کی ساخت میں عموماً تغیرات اور اضافے ہوتے رہتے ہیں البتہ جملے کی ساخت میں تبدیلی بہت کم دیکھنے میں آتی ہے جو ایک طویل عرصے کو محیط ہوتی ہے۔ صوتی تبدیلی سے زبان کی نحو متاثر ہوتی ہے۔ اس سے بعض الفاظ ایک قواعدی گروہ سے نکل کر دوسرے قواعدی گروہ میں چلے جاتے ہیں۔ اس لیے اس عمل کو بھی ایک لحاظ سے نحوی تبدیلی کے تحت شمار کیا جاتا ہے۔ زبان میں متعدد نحوی تبدیلیاں ایسی بھی رونما ہوتی ہیں جن کی توجیہ بہ آسانی ممکن نہیں۔

(iii) معنوی تبدیلی (Semantic Change):

لسانی تغیرات میں معنوی تبدیلیوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اگر کوئی لفظ اپنے مروجہ مفہوم یا مفاہیم کے علاوہ کسی اور مفہوم کے لیے استعمال کیا جانے لگے یا پھر کوئی مفہوم اپنی مروجہ صوتی ہیئت (لفظی شکل) کے بہ جائے کسی اور صوتی ہیئت میں ادا ہونے لگے تو اسے معنوی تبدیلی کہا جاتا ہے۔ یہ تبدیلی تاریخی اور جغرافیائی دونوں طرح سے زبان کو متاثر کر سکتی ہے۔ تاریخی معنوی تبدیلی میں وقت کے ساتھ ساتھ لفظ اپنا مفہوم بدلتا ہے۔ مثال کے طور پر بیسویں صدی کی ابتدا تک اردو میں لفظ 'رنڈی' عورت کے معنوں میں مستعمل تھا اور اب یہ 'طوائف' کے معنی دیتا ہے۔ جب کہ جغرافیائی یا مکانی معنوی تبدیلی سے مراد ایک ہی لفظ کا مختلف علاقوں میں مختلف مفاہیم کے تحت رائج ہونا ہے، مثلاً اتر پردیش میں 'دائی' بچہ جنانے والی عورت کو کہتے ہیں اور بہار میں برتن صاف کرنے والی ملازمہ کو۔ البتہ لفظ کے مفہوم میں مرحلہ در مرحلہ تغیر کے

مطالعے سے ثابت ہوتا ہے کہ معنوی تبدیلی، خواہ تاریخی ہو یا جغرافیائی، کبھی بھی اچانک رونما نہیں ہوتی اور تمام معانی کسی نہ کسی بنیادی وصف کی بنا پر ایک دوسرے سے بہ ہر حال مربوط ہوتے ہیں۔

جغرافیائی تبدیلی سے مماثل ایک چیز' طبقاتی معنوی تبدیلی' ہے۔ یعنی ایک ہی زمانے اور ایک ہی علاقے میں مستعمل زبان کے بعض الفاظ کا مختلف معاشرتی طبقات میں مختلف مفاہیم میں استعمال ہونا۔ اسی طرح نہ صرف طبقات بلکہ کبھی کبھی افراد کی حد تک بھی معنوی تبدیلی واقع ہو جاتی ہے۔

زبان کے معنوی تغیرات کے سلسلے میں کلموں کے متروک ہوتے رہنے اور نئے کلموں کے جنم لیتے رہنے کے عمل کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ زبان ہر دور میں متعدد الفاظ قبول و رد کرتی ہے۔ اکثر الفاظ و اصطلاحات مستقل طور پر زبان کا حصہ بننے میں کام یاب ہو جاتے ہیں جب کہ کچھ نسبتاً مختصر مدت تک زبان کا ساتھ نبھا پاتے ہیں اور پھر متروک قرار دے دیے جاتے ہیں۔ الفاظ و کلمات کے قبول و ردّ کا یہ سلسلہ اچانک نہیں ہوتا بلکہ قدیم و جدید مترادف الفاظ کچھ مدت تک ایک دوسرے کے متوازی عمل پیرا ہوتے ہیں۔ رفتہ رفتہ ان میں سے اکثر ماضی کے دھندلکوں میں کھو جاتے ہیں اور اکثر غیر معین مدت کے لیے رواج پا جاتے ہیں۔ البتہ اس امر کی تاویل ممکن نہیں کہ کون سا لفظ کب اور کیسے قبولیت حاصل کر لے اور کن عوامل کی کارفرمائی سے کوئی لفظ کب اور کیسے متروک قرار دے دیا جائے۔ گویا زبان میں تغیر پذیری کے عمل کی پُر اسراریت کی وضاحت ممکن نہیں۔

> Change, like the ripples from the stone, radiate outwards from whatever epicentre has started the change. How far the change spreads is dependent on many factors including what the source of the new expression is, what groups pick it up and whether the word is for a new concept or invention. Why certain words catch on and others do not, however, is often a mystery.[7]

الغرض زبان میں بہ تدریج اور غیر محسوس انداز سے صوتی، قواعدی، معنوی اور لغوی سطح پر تغیرات ہوتے رہتے ہیں۔ ان سے زبان میں وسعت پیدا ہوتی ہے اور وہ بدلتے ہوئے سماجی، معاشرتی اور اقتصادی تقاضوں کو پورا کرنے کا وسیلہ بنتی ہے۔ یہی تغیرات دراصل زبان کی فطری تشکیل کا سبب بنتے ہیں۔ فطری طور پر زبان کی تشکیل کا دار و مدار اُن کلموں اور اسالیب پر ہوتا ہے جو لسانی گروہ کے افراد کی وساطت سے ظہور میں آتے رہتے ہیں اور قبولِ عام حاصل کر کے زبان کا حصہ بنتے رہتے ہیں۔

(۲) زبان کی ارادی تشکیل:

زبان میں تغیرات کی وقوع پذیری نہ صرف اس کے فطری ارتقا بلکہ ارادی تشکیل کی بھی رہینِ منت ہوتی ہے۔ زبان کی ارادی تشکیل عموماً دو ذریعوں سے عمل میں آتی ہے۔ ایک ذریعہ عوام کا ہے اور دوسرا عالموں اور انشا پردازوں کا۔ عوام بالقصد زبان کی تشکیل میں حصہ نہیں لیتے بلکہ نئے حالات و واقعات سے مطابقت کی ضرورت انھیں لفظی سرمائے میں اضافے کی ترغیب دیتی ہے۔ گویا نئے لفظوں اور کلمات کا اختراع محض سرمایۂ کلمات بڑھانے کی نیت سے نہیں کیا جاتا۔ دراصل نت نئے مسائل، قدریں اور رجحانات نئی صوتی علامتوں کے متقاضی ہوتے ہیں۔ جہاں یہ علامتیں فطری طور پر خود

بہ خود وضع ہوتی ہیں ، وہیں کچھ کی ارادی تشکیل بھی ہوتی ہے جو سرا سر عوام کے بدلتے ہوئے سیاسی، معاشرتی اور اقتصادی حالات کا نتیجہ ہوتی ہے۔

بعض اوقات عوام کی طرف سے مختلف وقتوں میں نت نئی بولیوں کے اختراع کی کوششیں کی جاتی رہی ہیں۔ یعنی بعض افراد نے اپنے امتیازی تشخص کے لیے لسانی چونچلوں سے کام لیتے ہوئے مخصوص محاوروں اور علامتی کلمات پر مبنی ایسی بولیاں اختراع کیں جو ان کے سوا کسی اور کے لیے نا قابلِ فہم ہوں۔ مثال کے طور پر اگلے وقتوں میں دہلی کے کچھ من چلوں نے لفظی الٹ پھیر سے کچھ بے تکی بولیاں اختراع کیں جنھیں زرگری، مقلوب، فرفری، کھپریل وغیرہ کے ناموں سے یاد کیا جاتا تھا۔ معدودے چند افراد ہی انھیں بولتے اور سمجھتے۔ اگرچہ اب یہ اختراعی بولیاں ناپید ہو چکی ہیں مگر اس نوع کی کاوشیں آج بھی عوام کی طرف سے اکثر و بیش تر منظرِ عام پر آ جاتی ہیں۔ انگریزی زبان میں ایسی بولیوں کو 'Argot'، 'Cant' اور 'Jargon' کہا جاتا ہے۔

زبان کی اردای تشکیل میں علما و شعرا بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ خصوصاً شعرا کے لفظ و ترکیب کے ردّ و قبول کرنے اور اختراعات سے وضع کردہ قوانین عام قبولیت حاصل کر لینے کے بعد زبان میں تغیر کا مؤجب بنتے ہیں جس سے نہ صرف زبان سنورتی ہے بلکہ عموماً اس کا دائرہ بھی پھیلتا ہے۔ مثال کے طور پر ابتداءً اردو زبان پر برج بھاشا کے اثرات سے شعرا کے ہاں بھاشا کے الفاظ کثرت سے مستعمل تھے مگر کچھ مدت بعد شاہ خاتم اور مرزا مظہر جانِ جاناں اور بعد ازاں ناسخ نے بھاشا کے بہ جائے فارسی الفاظ کے استعمال کی روایت ڈالی۔ اس طرح متروکات کا سلسلہ شروع ہوا۔ لیکن آج کئی متروکات کو واپس لایا جا رہا ہے۔ جہاں تک علما کا تعلق ہے تو اپنے لفظی سرمائے کی تنقیح کرنا، زبان میں در آنے والے الفاظ و تراکیب اور محاورات کی صحت پر گہری نظر رکھنا اور عوام میں اس کے قبول و رد کے ضمن میں اہم فیصلے کرنا ان کی اوّلین ذمے داریوں میں شامل ہوتا ہے۔ اکثر ممالک میں اس مقصد کے لیے علما کی انجمنیں تشکیل دی گئی ہیں۔ اس حوالے سے فرنچ اکیڈمی کا نام مشہور ہے۔

علاوہ ازیں زبان کی ارادی تشکیل میں علما و فضلا کی اصطلاح سازی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ انسانی زندگی ہر لحظہ نت نئی ایجادات اور دریافتوں سے عبارت ہے جس سے جدید علوم اور تصورات جنم لیتے ہیں۔ زندگی کی ہمہ رنگی اور بدلتے رجحانات سے مطابقت جدید لفظیات اور مخصوص اصطلاحات وضع کرنے ہی سے ممکن ہو پاتی ہے۔ اصطلاح سازی سے زبان میں تغیر ناگزیر ہو جاتا ہے۔ مختلف علوم و فنون، صنعت اور سائنسی کرشموں کی اثر آفرینی نے تحریری لفظوں کی عمومی رواج دینے میں اہم کردار ادا کیا اور متعدد سائنسی و تکنیکی کلمات کو جنم دیا جو اوّلاً مخصوص طبقوں ہی میں رائج رہے مگر بعد ازاں ان میں سے اکثر الفاظ عالم گیر سطح پر زبان زد ہوتے گئے۔

مختصر یہ کہ صوتی تغیرات، اخذ و اشتقاق اور دوسری زبانوں سے لسانی خوشہ چینی، لسانی سرمائے میں اضافے کا مؤجب ہوتے ہیں۔ قیاسِ تمثیلی سے حسبِ ضرورت نئے نئے کلمے بھی وضع کیے جاتے ہیں۔ فطری اور ارادی، عمومی اور خصوصی، کلماتی اور اسلوبی تشکیلوں کے ذریعے سے زبان ارتقائی منازل طے کرتی ہے۔ ہر زبان کی موجودہ صورت متعدد تغیرات کا نتیجہ ہے۔ ان تغیرات ہی سے اس کے ارتقا کو تعبیر کیا جاتا ہے۔

زبان میں تغیر کے اسباب :

زبان متعدد بولیوں کا مجموعہ ہوتی ہے۔ ہر فرد کو اپنے مافی الضمیر کے اظہار کے لیے بہ ظاہر کسی بھی بولی کے انتخاب کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔ گویا وہ اپنے میلانِ طبع کے مطابق زبان کے استعمال میں آزاد ہوتا ہے۔ مگر اس کے باوجود غیر محسوس انداز سے فرد کا یہ اختیار متعدد لسانی، علاقائی اور معاشرتی عوامل کے تابع ہوتا ہے جو درج ذیل ہیں:

(ا) انفرادی تغیرات (Idiolectal Variations):

Language is a city to the building of which every human being brought a stone.[8]

ایک زبان بولنے والے تمام افراد نہ صرف ایک دوسرے سے گفت گو کر سکتے ہیں بلکہ بہ آسانی ایک دوسرے کو اپنی بات بھی سمجھا سکتے ہیں، مگر اس کے باوجود یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کی ایک زبان بولنے والے دو افراد زبان کو ایک ہی انداز سے برتتے ہوں گے کیوں کہ زبان میں اختلاف بولنے والے کی عمر، جنس، انتخابِ الفاظ، جذباتی کیفیات، ذہنی و جسمانی حالت اور قواعدِ زبان کی تفہیم کی بنا پر ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں ہر فرد کی زبان مختلف سماجی، سیاسی، معاشی اور تعلیمی سرگرمیوں میں سے کسی ایک یا متعدد سے وابستہ ہونے کی بنا پر ہر فرد کی زبان دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔

فرد میں زبان برتنے کی امتیازی صلاحیت کو 'انفرادی بولی' (Idiolect) کہا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو گویا ایک زبان قریباً اپنے بولنے والوں کی تعداد کے مساوی افرادی بولیوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ انفرادی بولی کے سبب فرد دیگر افراد کو محض بولی کی بنا پر پہچان لیتا ہے۔

(۲) علاقائی تغیرات (Regional Variations):

ایک بڑا لسانی علاقہ نا قابلِ تقسیم لسانی اکائی نہیں بلکہ متعدد بولیوں کا گہوارہ ہوتا ہے جہاں یہ بولیاں اپنی جدا گانہ شناخت کے باوجود اُس مجموعی لسانی شناخت کا حصہ ہوتی ہیں جسے ایک مخصوص زبان کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ آبادی کی کثافت (Density) اور دیگر آبادیوں سے روابط ایسے عوامل ہیں جو زبان کو مقامی سطح پر متاثر کرنے اور متعدد مقامی بولیوں کی تشکیل کا سبب بنتے ہیں۔

کسی بھی علاقے کی زبان بہ نسبت سرحدی علاقے کے وسطی علاقے میں زیادہ اتحاد و ثبت کے ساتھ مستعمل ہوتی ہے۔ سرحدی علاقے کی زبان دیگر قریبی علاقائی تہذیب و زبان سے متاثر ہونے کے سبب یک ساں نہیں رہتی اور نسبتاً زیادہ متغیر اور مخلوط ہوتی ہے۔ گویا زبان اپنے مرکز سے دور کسی علاقے میں مستعمل ہو تو اپنے طور پر ارتقائی مراحل طے کرے گی۔ اس طرح مرکزی معیار سے رشتہ ٹوٹ جانے کی وجہ سے زبان کا علاقائی روپ ابھر کر سامنے آتا ہے جسے 'علاقائی بولی' کہتے ہیں۔ انگریزی زبان میں اس کے لیے تین اصطلاحات، Regio_Lect, Topo-Lect اور Dia-Lect مستعمل ہیں۔

کسی زبان کے علاقائی تغیرات کا جائزہ دراصل لسانیات کی اہم شاخ 'بولی شناسی' (Dialectology) کے دائرہ کار میں آتا ہے۔ ایک بڑے لسانی علاقے میں ان تغیرات کو زبان کی جغرافیائی تقسیم سے جانچا جاتا ہے۔ اس مقصد کے لیے بولی شناس (Dialectologists) ایک زبان کی متعدد بولیوں کے حامل علاقے کو لسانی نقشے پر مخصوص جغرافیائی حد

بندی سے نمایاں کرتے ہیں۔ لسانیات کی اصطلاح میں ایسی جغرافیائی حد 'Isogloss' کہلاتی ہے۔ 'Isoglosses' کے تحت کی جانے والی تحقیق سے اگرچہ ہر بولی کے دائرہ کار کے تعین کے حوالے سے کافی معلومات مہیا ہو جاتی ہیں مگر ایک بولی اپنے مکمل ساختیاتی نظام کے تحت بنا کسی ردّو بدل کے کتنے اور کیسے افراد کے ہاں مستعمل ہے؟ اس حوالے سے کوئی قطعی بات نہیں کی جا سکتی۔

بولی کا تفصیلی مطالعہ یہ حقیقت سامنے لاتا ہے کہ تمام لسانی گروہ قطعاً متجانس (Homogeneous) نہیں بلکہ متخالف (Heterogeneous) ہوتے ہیں[۱۰]۔ ایک مخصوص علاقے کی زبان میں وقوع پذیر تغیرات ہر گز خود کار اور غیر منظّم نہیں ہوتے بلکہ وہ مختلف معاشرتی عوامل کے تابع ہوتے ہیں جن کی پیمائش کے لیے درج ذیل پیمانے وضع کیے گئے ہیں:

☆ طبقاتی تغیرات (Social Class Variations):

ایک انسانی معاشرہ درحقیقت متعدد گروہوں میں منقسم ہوتا ہے۔ مختلف سماجی طبقات کی بنا پر انسانی گروہ بندی زبان اور بالخصوص بولی کے مطالعے میں اہم ہے۔ ایک معاشرے میں مختلف سماجی طبقات سے وابستہ انسان مزدور، اساتذہ، معالج، سرکاری عہدے داران، مصنفین، ادبی شخصیات، صنعت کار، کاری گر، ماہرین، مجرم وغیرہ ہو سکتے ہیں۔ یہ تمام سماجی طبقے زبان کا استعمال مختلف انداز سے کرتے ہیں۔ بہ نسبت دوسرے طبقوں کے کسی ایک طبقے کے تمام افراد آپس میں زیادہ مربوط ہوتے ہیں جس سے ایک مخصوص لسانی دائرہ تشکیل پاتا ہے۔ ہر لسانی دائرے کی اپنی مخصوص اصطلاحات ہوتی ہیں جس کی بنا پر اُس کی زبان دیگر لسانی دائروں کی زبان سے لطیف سطح پر منحرف ہوتی ہے۔ کوئی بھی زبان طبقاتی اختلافات سے خالی نہیں۔ معاشرہ مختلف طبقات سے وابستہ افراد کی پہچان ان کی سماجی ذمے داریوں اور حیثیتوں سے زیادہ ان کی مخصوص طبقاتی زبان یا بولی کی بنا پر کرتا ہے۔ بہ نسبت نچلے طبقوں کے سماجی اعتبار سے اہم طبقے کے افراد کے ہاں زبان زیادہ معیاری شکل میں مستعمل ہوتی ہے۔ ایک طبقے کی مخصوص بولی 'Socio-Lect' کہلاتی ہے۔ زبان میں انحراف کے طبقاتی عوامل پر تحقیق عموماً 'Socio-Dialectology' کا دائرہ کار ہے۔

☆ قومی/نسلی تغیرات (Racial Or Ethnic Variations):

عموماً ایک بڑے لسانی علاقے میں مختلف اقوام کے افراد جدا گانہ ذیلی گروہوں کی صورت میں رہتے ہیں۔ ایسا کرنے پر وہ مجبور نہیں کیے جاتے بلکہ ان کے پیشِ نظر نسلی تفاخر ہوتا ہے اور اپنی ہی قوم کے افراد کے ساتھ انھیں ایک طرح سے معاشرتی تحفظ کا احساس ہوتا ہے۔ یہ افراد مخصوص نسلی خصوصیات کے حامل لہجے اور زبان کے استعمال سے اپنی جدا گانہ نسلی حیثیت کا اظہار کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر پاکستانی انگریزی۔ یہ پاکستان مین بھی بولی جاتی ہے اور بیرونی ممالک میں مقیم پاکستانی برادری میں بھی مستعمل ہے۔ نسلی سطح پر معاشرے کی یہ تقسیم بہ ہر حال زبان میں وقوع پذیر تبدیلیوں کو مضبوط بنیاد فراہم کرتی ہے۔ یہاں یہ امر قابلِ توجہ ہے کہ مختلف لسانی علاقوں میں سکونت پذیر ایک ہی نسل کے افراد کے ہاں زبان یک ساں طور پر مستعمل نہیں ہوتی اور نہ ہی ان پر اثر انداز ہونے والے عوامل ایک جیسے ہوتے ہیں۔ لہذا کہا جا سکتا ہے کہ نسلی اعتبار سے زبان میں پیدا انحراف کبھی بھی یک ساں نہیں رہتا۔

ایک قوم کی مخصوص بولی کو 'Ethno-Lect' کہتے ہیں۔

☆ عمر کی سطح پر تغیرات (Age Variations):

ایک مخصوص لسانی گروہ کی زبان پر اثر انداز ہونے والے عوامل میں سے ایک 'عمر' ہے۔ بچہ بہ نسبت جوانوں اور بوڑھوں کے اپنے ہم عمروں کے ساتھ رہنا زیادہ پسند کرتا ہے اور ایسے افراد کے ساتھ بھی جو عمر میں اُس سے معمولی فرق رکھتے ہوں۔ بچوں کے حلقے میں مستعمل زبان عمر کی دیگر سطحوں سے تعلق رکھنے والے افراد کی زبان سے متفرق ہوتی ہے۔ بچوں کی زبان ان کے مشاغل سے وابستہ لفظیات پر مشتمل ہوتی ہے۔ اسی طرح جوانوں اور عمر رسیدہ افراد کی زبان اپنے مشاغل کی نوعیت کی بنا پر مخصوص اصطلاحات کی حامل ہونے کی وجہ سے مختلف ہوتی ہے۔ گویا عمر کی نسبت سے متعدد مشاغل اور سرگرمیوں سے وابستہ الفاظ و اصطلاحات زبان میں تصریف و انحراف کے عمل کو مہمیز کرتے ہیں جس کی وجہ سے عمر کے ساتھ ساتھ زبان مسلسل تغیر سے دوچار رہتی ہے۔ زبان میں اس نوع کی تصریفات عموماً لغوی سطح پر تبدیلی کی بنا پر ہوتی ہیں۔

☆ جنس کی سطح پر تغیرات (Gender Variations):

زبان میں تغیر کے حوالے سے جنس ایک اہم عامل ہے۔ عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ معاشرے میں افراد بہ نسبت مخالف جنس کے اپنے ہم جنسوں کے ساتھ روابط کو زیادہ ترجیح دیتے ہیں ۔ اس کا بنیادی سبب وہ سماجی و معاشرتی ذمے داریاں ہیں جو دونوں جنسوں سے تعلق رکھنے والے افراد کو علاحدہ علاحدہ تفویض ہوتی ہیں اور جنھیں نبھانے میں افراد کا اپنے ہم جنسوں سے نسبتاً زیادہ رابطے میں رہنا ناگزیر ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر گھریلو معاملات میں عورتوں کا باہم ربط اور چار دیواری سے باہر معاملات نمٹانے میں مردوں کا باہمی تعاون۔ علاوہ ازیں جہاں عورتوں اور مردوں کی معاشرت نمایاں طور پر الگ الگ ہو وہاں زنانہ اور مردانہ لہجوں میں فرق اور بھی نمایاں ہوتا ہے ۔ جیسا کہ لکھنؤ میں نوابانِ اودھ کے دور میں تھا ۔ اس طرح سے معاشرہ جنس کی سطح پر دو بنیادی لسانی گروہوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ دونوں جنسوں کے گروہ زبان کے استعمال میں بھی ایک دوسرے سے متفرق ہوتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ ہر دو جنس کے کوئی بھی دو افراد ایک ہی طرح سے نہیں بولتے۔ لب و لہجہ، کلموں، محاوروں اور اسالیب میں فرق محسوس کیا جا سکتا ہے۔

مرد اور عورت کی زبان میں تفاوت کا سبب حیاتیاتی نہیں بلکہ سماجی ہوتا ہے۔ بہ نسبت مردوں کے عورتوں کی زبان کو زیادہ مہذب اور معیاری مانا جاتا ہے، مگر ایسا مستقل نہیں۔ دراصل مہذب اور غیر مہذب زبان کے استعمال کا انحصار عموماً سماجی حیثیت میں تضاد کی بنا پر ہوتا ہے۔

☆ مذہب کی بنا پر تغیرات (Variations Due To Religion):

زبانیں مذہبی اثرات سے بھی تغیر کا شکار ہوتی ہیں۔ اردو اور ہندی بالترتیب پاکستان اور بھارت کی قومی زبانیں ہیں۔ بول چال اور سمجھنے کی حد تک دونوں زبانیں مماثل ہیں۔ اردو اور ہندی بولنے والے افراد ایک دوسرے کو بہ آسانی سمجھ لیتے ہیں۔ دونوں کا تعلق چوں کہ ایسے دو لسانی گروہوں سے ہے جو مذہبی اعتبار سے متضاد ہیں اسی وجہ سے دونوں کا رسم الخط اور ذخیرۂ الفاظ جدا جدا ہیں۔ ہندوؤں کی مذہبی زبان سنسکرت ہونے کی وجہ سے ہندی میں سنسکرت الفاظ بہ کثرت ہیں اور یہ دیوناگری رسم الخط میں لکھی جاتی ہے۔ اس کے برعکس مسلمانوں کی مذہبی زبان عربی ہے لہٰذا اردو کا ایک بڑا حصہ عربی الفاظ پر مشتمل ہے اور یہ فارسی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے۔

☆ لہجے کی سطح پر تغیرات (Accent Variations):

زبان میں ایک تبدیلی تلفظ کی سطح پر بھی ہوتی ہے۔ ایک ہی زبان بولنے والے دو لسانی گروہ مماثل قواعدی و لغوی خصوصیات کے تابع ہونے کے باوجود الفاظ کی ادائیگی میں متفرق طرز اپناتے ہیں۔ تلفظ و ادائیگی کی سطح پر زبان میں یہ انحراف لہجہ (Accent) کہلاتا ہے۔ مخصوص علاقے کے افراد اپنے لہجے کی وجہ سے پہچانے جاتے ہیں، مثلاً صوبہ پنجاب کے رہنے والے افراد اردو زبان مخصوص پنجابی لہجے میں بولتے ہیں۔ گویا ایک فرد کا لہجہ مخصوص علاقائی اثرات کا حامل ہوتا ہے۔

الغرض کوئی بھی زبان کسی بھی علاقے میں یک سانی سے مستعمل نہیں۔ ہر زبان اپنی متعدد ذیلی بولیوں : علاقائی بولی، انفرادی بولی، طبقاتی بولی، نسلی بولی وغیرہ میں منقسم ہوتی ہے اور ان کے بولنے والوں کے ایک ہی معاشرے میں مل جل کر رہنے اور زندگی کرنے کی وجہ سے یہ بولیاں غیر محسوس انداز سے ایک دوسرے کو متاثر کرتی رہتی ہیں۔ متعدد عوامل کے زیرِ اثر زبان میں تغیر و تبدل اور ابداع و اختراع کا سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ عموماً زبانوں میں تغیر پذیری اتنا ہی پُر اسرار عمل ہے جتنا کہ خود زبان کی پیدائش اور اس کا نقطہ آغاز۔ لیکن اگر زبان کو انسانی سرگرمیوں کے متوازی رکھ کر دیکھا جائے تو اس میں تغیر پذیری کے اسرار خود بہ خود منکشف ہونے لگتے ہیں۔ دراصل زبان انسانی اعمال کے اظہار کا ذریعہ ہے۔ یہ اعمال چوں کہ ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں لہٰذا زبان بھی ہر لحظہ متغیر ہے۔ یا یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ زبان اس لیے بدلتی ہے کہ ہر چیز تغیر پذیر ہے۔ جیسا کہ ہریکلیٹس (Heraclitus) نے بہت عرصہ قبل کہا تھا:[11]

All is flux, nothing stays still. Nothing endures but change.

حواشی و حوالہ جات

1. Fromkin, Victoria and others, *An Introduction To Language,* Australia, Nelson Thomson Learning, 2005, p.473.

۲۔ خلیل صدیقی، زبان کیا ہے؟، ملتان، بیکن بکس، ۱۹۸۹ء، ص ۵۷۔

3. An Introduction To Language, p.473.

4. Sapir, Edward, *language: An Introduction To The Study Of Speech*, New York,1942, p.150.

۵۔ جین، ڈاکٹر گیان چند، لسانی جائزے، لاہور، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، ۲۰۰۵ء، ص ۳۹۵۔

۶۔ زبان کیا ہے؟، ص ۵۸۔

7. Grace Wrinkler, Elizabeth, *Understanding Language(A Basic Course In Linguistics)*, London, Continuum, 2007, p.198.

8. *An Introduction To Language*, p.400.

9. *An Introduction To Language*, p.400.

10. Baker, Anne E. & Hengeveld, Kees, *Linguistics*, U.S.A: Blackwell Publishing, 2012 , p.365.

11. *An Introduction To Language*, p.475.